عہد عثمانی کا اقتصادی جائزہ

از جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب پروفیسر شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی

جاہلی عرب معاشرہ میں روپیہ کمانے کا ایک طریقہ یہ تھا کہ با استطاعت لوگ غلام خرید لیتے تھے اور ان کو ایک مقررہ یومیہ ٹیکس کے بالمقابل محنت مزدوری کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ غلام مضبوط ہوتا یا باہنر اور دستکار تو اس سے کمزور اور بے ہنر غلام کی نسبت زیادہ ٹیکس لیا جاتا تھا۔ روپیہ کمانے کا یہ طریقہ قیام اسلام کے بعد بھی جاری رہا اور بہت سے مسلمان جن میں ممتاز صحابہ بھی شامل تھے اس طریقہ سے روپیہ کماتے تھے۔ گورنر کوفہ صحابی مُغیرہ بن شُعبہ کا مدینہ میں ایک فارسی نژاد غلام ابو لُولُو، تھا، وہ لوہاری اور بڑھئی کا کام بھی جانتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ اس سے پچاس روپیہ (سو درہم) ماہوار اور بقول بعض ساٹھ روپے (ایک سو بیس درہم) وصول کرتے تھے۔ ابو لُولُو کی رائے میں یہ ٹیکس بہت زیادہ تھا اور اس کا ادا کرنا وہ اپنے بس سے باہر سمجھتا تھا۔ پہلے اس نے اپنے آقا سے تخفیف کی درخواست کی اور جب وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے تو اس نے عمر فاروق سے رجوع کیا۔ عمر فاروق بھی اس کی شکایت پر ہمدردی سے پیش نہ آئے۔ ان کا خیال تھا کہ اُس جیسے ہنرمند غلام کے لئے مقررہ ٹیکس ادا کرنا آسان ہے۔ ابو لُولُو کے

لہ ابن سعد ۳/۳۴۷

سر پر خون سوار ہوگیا اور دو تین بعد فجر کے دھندلکے میں جب عمر فاروق نماز پڑھا رہے تھے تو اس نے پہلی صف سے نکل کر جہاں وہ بھیس بدلے کھڑا تھا، خنجر سے خلیفہ کو بری طرح گھائل کر دیا۔ لوگوں نے پیچھا کر کے اس کو پکڑا تو اس نے خنجر سے خودکشی کرلی۔

ابو لؤلؤ کے قاتلانہ حملہ کے بعد عمر فاروق چار دن زندہ رہے۔ اس اثنا میں لوگوں نے ان سے کہا کہ اپنا جانشین مقرر کر دیجئے لیکن وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ خلافت کے امیدوار بڑے صحابہ میں سے کسی ایک میں بھی وہ صفات موجود نہیں جن کا خلیفہ میں ہونا ضروری ہے؛ انھیں اندیشہ تھا کہ اگر یہ لوگ خلیفہ ہوئے تو اپنے اپنے رشتہ داروں اور ہواخواہوں میں خلافت کے عہدے اور مادی منافع تقسیم کردیں گے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے انتخاب سے پیدا ہونے والی خرابیوں کی ذمہ داری ان پر عائد ہو۔ انھوں نے مدینہ کے سب سے بااثر اور مالدار قرشی صحابہ کا ایک پینل مقرر کر دیا تاکہ وہ باہم صلاح و مشورہ کر کے اپنے درمیان سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلیں۔ اس پینل کے ارکان تھے: عثمان غنی، عبدالرحمن بن عوف، علی حیدر، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبیداللہ اور سعد بن ابی وقاص۔ پینل کے ایک رکن طلحہ بن عبیداللہ اس وقت موجود نہ تھے اور کسی کام سے اپنی جائداد گئے ہوئے تھے جو مدینہ سے دور واقع تھی۔ عمر فاروق کے حکم سے باقی پانچوں رکن ام المومنین عائشہ کے کمرہ کے پاس جا بیٹھے اور انتخابی گفتگو ہونے لگی۔ تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ آوازیں بلند ہونے لگیں اور پینل کے ارکان خلافت کے لئے اپنی اپنی فضیلت، اسلامی خدمات اور اہلیت کا پرزور اظہار کرنے لگے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی جھگڑا ہو رہا ہے۔ عمر فاروق پر حملہ کا چوتھا دن تھا، خون بہنے سے وہ بیحد کمزور ہو گئے تھے اور چند گھنٹے کے مہمان تھے۔ پینل کے اختلاف و شور سے ان کو اذیت ہوئی اور انھوں نے کہلا بھیجا کہ میری موت تک انتخابی گفتگو ملتوی کر دی جائے۔ انھوں نے ایک بڑے انصاری صحابی ابو طلحہ کو بلایا اور کہا کہ پچاس مسلح انصاری اپنے ساتھ لو اور پینل کے ارکان کو ایک مکان میں لے جاؤ اور مجبور کرو کہ اپنے درمیان سے کسی ایک کا انتخاب کرلیں۔ اس کام کے لئے تین دن کی مہلت دیتا

ہوں، اس دوران اگر طلحہ لوٹ آئیں تو ان کو بھی انتخابی کارروائی میں شامل کر لیا جائے، اس سلسلہ میں ایک بات اور یاد رکھو اور وہ یہ کہ اگر پینل کے چار ممبر کسی ایک کے انتخاب پر متفق ہوں اور پانچواں اس سے اختلاف کرے تو اس کی گردن اڑا دینا اور اگر پینل کے تین رکن کسی ایک کے انتخاب پر اتفاق کر لیں اور دو[۲] اس سے اختلاف کریں تو ان کا بھی سر اتار لینا۔ اگر پینل کے نصف ارکان کسی ایک فریق کی تائید کریں اور نصف دوسرے کی تو خلیفہ اس فریق کو بنایا جائے جسے عبدالرحمٰن بن عوف کی تائید حاصل ہو اور اگر پینل کے نصف ارکان عبدالرحمٰن کی رائے سے اتفاق نہ کریں یا پینل کے سارے ممبر باہمی اختلاف کے باعث تین دن کے اندر اندر انتخاب کرنے سے قاصر رہیں تو ان کو قتل کر دینا۔[۱]

علی حیدر خلیفہ کی یہ ہدایت سن کر گھر گئے اور اپنے چچا عباس اور دوسرے ہاشمی بزرگوں سے شکایت کی کہ عمر فاروق نے ایسا پلان بنایا ہے کہ اس بار بھی خلافت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ چچا عباس نے پوچھا: وہ کیسے تو علی حیدر نے کہا: کسی ایک شخص کے بالاتفاق منتخب ہونے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے، اس وقت میدان میں میں ہوں اور عثمان۔ سعد بن ابی وقاص عبدالرحمٰن بن عوف کے چچازاد بھائی ہیں اور عبدالرحمن، عثمان کے رشتہ دار، اس لئے یہ دونوں عثمان کو ضرور ہی ووٹ دیں گے اور اگر بالفرض پینل کے باقی دو رکن (طلحہ اور زبیر) مجھے ووٹ دے بھی دیں تب بھی خلافت مجھے نہیں مل سکتی کیونکہ عمر نے وصیت کر دی ہے کہ خلیفہ وہ فریق ہوگا جسے عبدالرحمٰن کی تائید حاصل ہو[۲]۔ بخدا اگر عمر جیتے رہے تو میں بتاؤں گا جیسی انھوں نے ہماری حق تلفی کی ہے اور اب اور پہلے جیسی جیسی ہمارے ساتھ بدسلوکیاں کرتے رہے ہیں اور اگر مر گئے جیسا کہ پورے آثار ہیں تو پینل کے باقی رکن یقیناً خلافت سے

---

[۱] ابن ابی الحدید ۱/ ۶۲۔ ۶۵، طبری ۵/ ۳۴۔ ۳۵، انساب الاشراف ۵/ ۱۵۔ ۱۶ و ۱۹

[۲] انساب الاشراف ۵/ ۱۹۔

ہمیں محروم کر دیں گے اور اگر انھوں نے ایسا کیا اور یقیناً وہ ایسا ہی کریں گے تو میں بھی ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دوں گا۔ واللہ لئن عمر لم یمت لأذکرنہ ما أتی إلینا قدیما ولأعلمنہ سوء رأیہ فینا وما أتی إلینا حدیثا ولئن مات ولیموتن لیجتمعن ھؤلاء القوم علی أن یصرفوا ھذا الأمر عنا ولئن فعلوھا ولیفعلن لیرونی حیث یکرھون[۱]۔

عمر فاروق کی تجہیز و تکفین کے بعد پنیل کے پانچ رکن خلافت کی گتھی سلجھانے ایک مکان میں جمع ہوئے۔ مکان کے دروازہ پر عمر فاروق کی حسب ہدایت الیکشن نگران ابوطلحہ نے مع پچاس مسلح انصاریوں کے جگہ لے لی۔ جب کافی وقت رد و قدح میں گذر گیا اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا بلکہ گتھی سلجھنے کی بجائے اور زیادہ الجھ گئی تو عبدالرحمن بن عوف نے خلافت کی امیدواری سے دست بردار ہونے کا ارادہ کر لیا، اس وقت ان کی عمر چھیاسٹھ سال کی تھی، رئیس آدمی تھے، خوش خور و خوش پوش، اعزاز کے علاوہ خلافت میں ان کے لئے کوئی مادی کشش نہیں تھی، بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر میں خلیفہ ہوا تو عمر فاروق کی سی خشک اور روکھی زندگی بسر کرنا میرے لئے ناممکن ہے اور اگر میں نے ایسی زندگی بسر نہ کی تو میری خلافت کامیاب نہیں ہوسکے گی اور خلافت کے امیدواروں کے ہاتھوں مجھے ہرگز چین اور سکھ نصیب نہیں ہوگا۔ انھوں نے پنیل کے ارکان سے کہا کہ میں خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں اور اگر آپ لوگ راضی ہوں تو اپنی اور مسلمانوں کی صوابدید سے جسے مناسب سمجھوں خلیفہ منتخب کر لوں۔ سب سے پہلے عثمان غنی نے اس تجویز پر اظہار رضامندی کیا پھر دوسرے ارکان نے۔ علی حیدر نے کہا: میں غور کر کے جواب دوں گا۔ الیکشن نگران کو اس نئی اور امید افزا صورت حال کا علم ہوا تو وہ علی حیدر سے ملے اور سمجھا بجھا کر انھیں عبدالرحمن کی تجویز ماننے پر آمادہ کر لیا۔ علی حیدر نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا: آپ حلف لیجئے کہ انتخاب میں اپنی رائے اور خواہش کو دخل نہ دیں گے، نہ کنبہ اور رشتہ کا خیال کریں گے، حق اور

---

[۱] شرح نہج البلاغہ ۲/ ۹۰۹-۱۰ ۹اھ، طبری ۵/ ۳۵، انساب الاشراف ۵/ ۲۰

انصاف سے کام لیں گے اور قوم کے مفاد کو پیش نظر رکھیں گے۔ عبدالرحمن بن عوف نے یہ حلف لے لیا۔ اس کے بعد انھوں نے زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص کو بھی خلافت سے دست بردار ہونے کے لئے تیار کرلیا۔ سعد، عبدالرحمن کے ابن عم اور سمدھی تھے، ان کو خلافت کی زیادہ چاہ بھی نہ تھی، وہ عمر فاروق کے عہد میں کئی برس تک سپہ سالاری اور گورنری کرچکے تھے؛ مذہبی تنگ نظری اور عرب شوریدہ سری کے تلخ تجربات نے ان کے دل میں امارت وخلافت کی کوئی پرزور لگن باقی نہ رکھی تھی۔ زبیر بن عوام یہ سوچ کر دب گئے کہ عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص کی تائید سے محروم ہوکر ان کے لئے خلیفہ بننے کا... کوئی امکان نہیں ہے۔ اب میدان میں علی حیدر اور عثمان غنی باقی رہ گئے۔ تین دن تک عبدالرحمن اہالی مدینہ، اکابر قریش و انصار نیز ان گورنروں سے ملتے رہے جو اس وقت مدینہ میں موجود تھے اور علی حیدر و عثمان غنی دونوں کے بارے میں ان کی رائے معلوم کرتے رہے۔ اس وقت علی حیدر کے خاندان (بنو ہاشم) کے سوا باقی سارے قریش ارباب رائے عثمان غنی کا انتخاب چاہتے تھے۔ انصار میں تین رجحان تھے: ان کا ایک بڑا گروہ علی حیدر کا مؤید تھا، ایک دوسرا لیکن پہلے سے چھوٹا عثمان غنی کے حق میں تھا اور ان کی ایک تیسری جماعت غیر جانبدار تھی[۱]۔

تین دن استصواب رائے کرنے کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف نے عثمان غنی کو خلیفہ منتخب کرلیا۔ سب لوگوں نے ان کی بیعت کرلی، صرف علی حیدر بیعت سے گریزاں رہے لیکن جب پینل کے دوسرے ارکان اور الیکشن نگران نے ان پر دباؤ ڈالا اور عمر فاروق کی وصیت یاد دلائی تو ان کو بادلِ ناخواستہ بیعت کرنا پڑی۔ ان کو شکایت تھی کہ عبدالرحمٰن نے جنبہ داری سے کام لیا ہے اور عثمان غنی کو اس لیے خلیفہ بنایا ہے کہ اپنے بعد وہ ان کو (عبدالرحمن) خلیفہ نامزد کردیں۔ علی حیدر کے کنبہ سے باہر جن لوگوں کو عثمان غنی کے خلیفہ ہونے پر سب سے زیادہ غصہ آیا ان میں

---

[۱] شرح نہج البلاغہ ۲/۴۱۰

ایک ممتاز شخصیت عمار بن یاسر تھے جو یہ صدا لگاتے ہوئے سنے گئے: لوگو، اسلام کا ماتم کرو، آج معروف کا جنازہ اٹھتا ہے اور منکر کا بول بالا ہوتا ہے، بخدا اگر مجھے رضا کار مل جائیں تو میں عثمان کو خلیفہ بنانے والوں سے جہاد کروں! و أقبل عمار بن یاسر ینادی: یا ناعی الاسلام قم فانعہ، قد مات عرف وبدا نکر، أما واللہ لو أن لی أعوانا لقاتلتہم.....[۱]

خلافت پینل میں شمولیت کی خبر پاکر طلحہ بن عبید اللہ ہر ممکن عجلت کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے عثمان غنی کا انتخاب ہو چکا تھا۔ وہ روٹھ کر گھر بیٹھ گئے؛ انھوں نے اپنی غیر موجودگی میں الیکشن کو بے قاعدہ قرار دیا اور مطالبہ کیا کہ الیکشن پھر ہو تاکہ وہ بھی اس میں حصہ لے سکیں لیکن عمر فاروق کی وصیت سے جب ان کو مطلع کیا گیا اور دوسری طرف عبد الرحمن بن عوف اور عثمان غنی نے ان کو سمجھایا بجھایا اور منایا تو انھوں نے بیعت کر لی[۲]۔

عثمان غنی کے انتخاب سے اگرچہ مدینہ کا سیاسی افق پہلے سے زیادہ غبار آلود ہو گیا۔ جزیرۃ العرب کے سارے صوبوں، مفتوحہ علاقوں، عرب چھاونیوں اور صوبائی صدر مقاموں نے ان کا انتخاب بے چون وچرا قبول کر لیا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے کسی جگہ کوئی شورش نہیں ہوئی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مدینہ سے باہر خلافت کا کوئی امیدوار نہیں تھا اور سارے مفتوحہ علاقوں میں مقیم عرب مجاہد فقر وافلاس کے دلدل سے نکل کر اقتصادی خوشحالی سے ہمکنار ہو چکے تھے۔ ان کو حکومت کی طرف سے تنخواہ اور راشن مل رہا تھا۔ مفتوحہ ملکوں میں ان کو عزت وحرمت بھی حاصل تھی۔ خلیفہ ہو کر عثمان غنی نے ہر شخص کی تنخواہ میں پچاس روپے سالانہ (سو درہم) کا اضافہ کر دیا تھا، اس سے سب لوگوں کی مزید تالیف قلب ہو گئی تھی۔ مدینہ میں بھی کوئی کھلی بغاوت نہیں ہوئی لیکن امیدواران خلافت۔ علی حیدر، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام نیز ان کے ہواخواہوں

---

[۱] شرح نہج البلاغہ ۲/۴۱۱

[۲] انساب الاشراف ۵/۱۸ - ۱۹ و ۲۰۔

نے عثمان غنی کے خلاف مہم چلادی، ان کے اور ان کے افسروں کے اعمال پر احتسابی نظریں گڑو دیں ان پر اور ان کے عمال پر نکتہ چینی کرنے لگے اور ان کی کارروائیوں کی غلط یا مبالغہ آمیز تعبیر و تشریح کر کے حکومت کے خلاف بداطمینانی پھیلانے لگے۔

اقتصادی ترقی کے نئے وسائل

عمر فاروق کے انتقال کے وقت عراق، جبال، خوزستان، فارس، میسوپوٹامیہ، شام، مصر اور آذربی جان پر عربی تسلط قائم ہوچکا تھا۔ ان آٹھوں فارسی اور بزنطی صوبوں یا ان کی سرحدوں پر فاروقی فوجیں مقامی بغاوتوں کی روک تھام اور نئے علاقوں کی تسخیر کے لئے مامور تھیں۔ عثمان غنی خلافت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی پورے عزم کے ساتھ تسخیری کارروائی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ انھوں نے شام، مصر، بصرہ اور کوفہ کے گورنروں کو لکھا کہ نئی فتوحات کے لئے اپنے اپنے پڑوسی علاقوں میں فوجیں بھیجیں۔ ہر طرف بڑے پیمانے پر عسکری سرگرمیاں شروع ہوگئیں۔ عرب چھاؤنیوں کے سپاہی اور سرحدی رسالے حرکت میں آگئے۔ غیر مسخر علاقوں میں ترکتاز کا بازار گرم ہوگیا۔ مشرق میں ساسانی حکومت کے جنوبی صوبے فارس پر، اس سے دوسرے متصل صوبے کرمان پر، اس سے ملحق تیسرے صوبے مکران اور اس سے ملحق چوتھے صوبے سجستان (موجودہ افغانستان) پر اور ان سب کے شمال میں لمبے چوڑے اور زرخیز صوبے خراسان پر عرب فوجوں نے یورش کردی۔ عمر فاروق کی وفات پر آذربی جان میں بغاوت ہوگئی تھی اور وہاں کے رئیسوں نے معاہدہ کے چار لاکھ روپے[1] سالانہ دینا بند کردئیے تھے۔ عثمانی رسالوں نے ان کی ایسی خبر لی کہ ان کو سالانہ رقم بحال کرنا پڑی۔ آذربی جان سے متصل مشرق میں دو[2] فارسی صوبوں طبرستان اور جرجان پر عربی اقتدار قائم کرلیا اور آذربی جان سے متصل مغرب میں

---

[1] طبری ۵/ ۴۵

آرمینیہ کا بزنطی صوبہ بھی باجگذار بنا لیا۔ شام سے کئی فوجیں اٹھیں اور انھوں نے بزنطی سرحد پر دھاوے مارے اور ایک فوج ترکتاز کرتی قیصر روم کے مستقر قسطنطنیہ کی خلیج تک پہنچ گئی۔ مغرب میں عثمانی رسالوں نے لیبیا، تونس، الجیریا اور مراکش کو لکد کوب کر ڈالا۔ گورنر شام معاویہ نے مشرقی بحر روم کے دو اہم جزیروں قبرص (Cyprus) اور روڈس (Rhodes) پر قبضہ جمالیا۔ یہ سارے علاقے عثمانی خلافت کے ابتدائی آٹھ سالوں میں مدینہ کے سیاسی و اقتصادی تسلط میں آگئے۔ ان کی تسخیر سے پہلے بیسیوں جنگیں ہوئیں اور سینکڑوں ترکتازیاں عمل میں آئیں اور ہر جنگ اور ہر ترکتاز میں غنیمت حاصل ہوئی۔ بیشتر علاقوں، شہروں، قصبوں اور قلعوں کے رئیسوں نے عرب تلوار سے ڈر کر لڑے بغیر یا معمولی جھڑپوں کے بعد سالانہ رقموں کے بالمقابل حملہ آوروں سے صلح کرلی۔ جو شہر اور گاؤں قصبے بزور شمشیر فتح ہوئے ان پر جزیہ اور لگان لگادیا گیا۔ عثمانی دور میں مفتوحہ علاقوں اور بالخصوص سرزمین فارس کے رئیس اور بڑے زمیندار عرب تسلط سے نجات پانے کے لئے جلد جلد بغاوتیں کرتے رہتے اور ان بغاوتوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے عرب فوجیں آئے دن ترکتازیوں میں مشغول رہتی تھیں اور اس طرح غنیمت کی راہ سے حاصل ہونے والے سہام کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

عثمانی دور کی درجنوں فتوحات اور سینکڑوں ترکتازیوں سے حاصل ہونے والی دولت کا کوئی موٹا تخمینہ لگانا بھی ممکن نہیں ہے، ہمارے رپورٹر اس طرح کے مبہم اور مجمل اشارے کرنے پر اکتفا کرتے ہیں: فسبى وغنم، فأصاب من أموالهم وغنم، فشنوا الغارات فأصاب الناس ماشاؤا من سبى وملؤا أيديهم من المغنم، فأصابوا غنائم كثيرة واستاقوا من المواشى ماقدروا عليه۔ تاہم ہمارے مراجع میں عثمانی فتوحات سے متعلق زر معاہدات کی جو تصریحات موجود ہیں ان میں سے جستہ جستہ کے اعداد و شمار یہاں بیان کئے جاتے ہیں:

آذربی جان۔ چار لاکھ روپے سالانہ (ثمان مئة ألف درهم وزن

ثمانیۃ[۱])

جُرجان (بحرِ خزر Caspian سے متصل جنوب مشرق میں)۔ ایک لاکھ روپے (دو لاکھ درہم[۲])

مَرو (خُراسان)۔ گیارہ لاکھ اور بقول بعض پچیس[۲۵] لاکھ روپے (ألف ألف درھم ومئۃ ألف أوقیہ) اور بقول بعض پانچ لاکھ روپے مع دو لاکھ جریب گیہوں اور جو[۳]۔

مرورُوذ (پایۂ تخت خراسان) تین[۳] ہزار روپے (ستون ألف درھم) اور بقول بعض تین لاکھ (ستمئۃ ألف درھم[۴])۔

طُوس (خُراسان)۔ تین[۳] لاکھ روپے (ستون ألف درہم[۵])

اَبیوَرد (خراسان)۔ دو[۲] لاکھ روپے (أربعمئۃ ألف[۶] درھم)

نَسا (")۔ ڈیڑھ لاکھ روپے (ثلاثمئۃ ألف درھم[۷])

نیشاپور (")۔ پانچ لاکھ روپے (ألف ألف درھم[۸])

ہَراۃ، بُوشنج اور بادغیس (خراسان)۔ پانچ لاکھ روپے (ألف ألف درھم[۹])

بَلخ (خراسان)۔ دو لاکھ روپے اور بقول بعض ساڑھے تین لاکھ (أربعمئۃ ألف ویقال سبعمئۃ ألف درھم[۱۰])

۱؎ فتوح البلدان ص۳۳۴ و ۳۳۵

۲؎ طبری ۵/۵۷

۳؎ فتوح البلدان ص۴۱۲

۴؎ فتوح البلدان ص۴۱۳

۵؎

۶؎ ایضاً ص۴۱۱

۷؎ ایضاً ص۴۱۱

۸؎ ایضاً

۹؎ ایضاً ص۴۱۲

۱۰؎ ایضاً ص۴۱۴

قُوہستان (جنوب مغربی خراسان سے ملحق صوبہ) تین لاکھ روپے (ستمئة ألف درهم[1])

زَرَنج (پایۂ تخت سجستان) پہلی صلح کا زرِ معاہدہ ۔ ہزار غلام اور ہر غلام کے ہاتھ میں سونے کا پیالہ[2]۔

زَرَنج (پایۂ تخت سِجستان) دوسری صلح کا زر معاہدہ ۔ دس لاکھ روپے اور دو ہزار غلام (ألفا ألف درهم وألفا وصيف[3])

تُونس، الجیریا اور مراکش پر ترکتاز کے دوران (خمس نکالنے کے بعد) مال غنیمت کا حصہ۔ ہر سوار کو پندرہ ہزار روپے (تین ہزار دینار) اور ہر پیادہ کو پانچ ہزار روپے (ہزار دینار[4])

تُونس، الجیریا اور مراکش کے گورنر سے صلح کا زر معاہدہ۔ سوا کرور روپے (ألفا ألف دينار وخمسمئة ألف دينار[5]۔)

فاروقی اور عثمانی فتوحات میں کچھ بنیادی فرق تھے ۔ دور فاروقی میں عرب فوجیں عراقی، شامی اور مصری حکومتوں سے بڑے بڑے معرکوں میں لڑ کر جیتی تھیں۔ ہزیمت کے بعد ان حکومتوں کے سربراہ یا تو ملک چھوڑ کر چلے گئے تھے یا انھوں نے عربوں کے سامنے گھٹنے ٹیک کر خود کو ان کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا تھا، عربوں نے ان سے جزیہ اور لگان کا مطالبہ کیا اور باوجودیکہ جزیہ ذلت کا ایک بدنما نشان تھا اور لگان کی شرح بھی سابقہ لگان سے زیادہ تھی، ان کو مجبورًا دونوں قبول کرنا پڑے تھے ۔ جن علاقوں کے حاکم بغیر لڑے یا معمولی جھڑپوں کے بعد صلح کے لئے تیار ہو گئے تھے اُن سے بھی جزیہ اور لگان طلب کیا گیا تھا اور چونکہ وہ بھی فارس،

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۱۰ [2] ایضًا ص ۴۰۱

[3] ایضًا ص ۴۰۱ و کتاب البلدان یعقوبی ص ۲۸۶ ۔

[4] ابن عبد الحکم ص ۱۸۴ [5] فتوح البلدان ص ۲۳۵

شام اور مصر کی عظیم الشان حکومتوں کے سقوط سے مبہوت تھے اور عرب طاقت سے مرعوب، اس لئے ان کو یہ دونوں مطالبے منظور کرنا پڑے تھے عثمانی دور میں عربوں کے مدمقابل بڑی بڑی حکومتیں نہیں تھیں بلکہ علاقائی گورنر، رئیس اور بڑے زمیندار تھے جو عرب ترکتاز کے وقت بالعموم قلعوں اور محفوظ ٹھکانوں میں پناہ لیتے تھے۔ عرب ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیتے اور کوشش کرتے کہ محصور گورنر یا رئیس کھلے میدان میں لڑنے کے لئے نکلیں تاکہ انہیں شکست دے کر ان پر جزیہ اور لگان لازم کریں لیکن یہ لوگ باہر نہ آتے اور اپنے اپنے علاقوں کو عرب دستبرد سے محفوظ رکھنے کے لئے سالانہ رقموں کے بالمقابل صلح کی پیشکش کرتے۔ عرب فوجیں کچھ اس وجہ سے کہ ان کی مالی بھوک سابقہ فتوحات سے بڑی حد تک آسودہ ہو چکی تھی اور کچھ اپنے مرکزوں سے دور طول طویل محاصروں کی پریشانیوں اور غربت کی صعوبتوں سے نجات پانے کے لئے معقول رقموں پر صلح کرنے کو تیار ہو جاتے تھے۔ یہ رقمیں جزیہ اور لگان کی نسبت کم ہوتیں اور پابندی سے ادا بھی نہیں کی جاتی تھیں کیونکہ معاہد حکام عرب افواج کے ہٹتے پر بالعموم معاہدے توڑ دیتے تھے۔ اندریں حالات عثمانی فتوحات سے لگی بندھی آمدنی اس پیمانہ پر حاصل نہ ہو سکی جس پیمانہ پر فاروقی دور میں ہوئی تھی تاہم چونکہ عثمانی خلافت میں سابقہ دور کی نسبت عرب ترکتاز کا تناسب بہت بڑھا ہوا تھا اس لئے اس بات کا قرینہ ہے کہ مال غنیمت فاروقی دور سے زیادہ بڑے پیمانہ پر حاصل ہوا ہو۔ اس کے خمس میں زر معاہدات نیز بزور شمشیر فتح کی ہوئی اراضی کے لگان اور جزیہ کا خمس شامل ہونے کے بعد ایک خاصی بڑی ثروت بن جاتی تھی جو مدینہ کے خزانہ میں جمع ہوتی تھی۔ حکومت کی فوجی مشین فاروقی خلافت میں بڑی حد تک خودکفیل ہو گئی تھی، اس لئے مرکزی آمدنی کا ایک قلیل حصہ ہی فوجی سرگرمیوں پر صرف ہوتا تھا؛ باقی دولت یا اس کا معتدبہ حصہ سالانہ تنخواہوں اور ماہانہ راشن کے علاوہ مدینہ کے باشندوں میں بانٹ دیا جاتا تھا۔ حسن بصری: لڑکپن میں مجھے عثمان غنی کی تقریریں سننے کا بارہا اتفاق ہوا، میں نے کسی مرد یا عورت کے چہرہ پر ایسا نور اور ایسی تازگی نہیں دیکھی جیسی ان کے چہرہ پر تھی۔ کبھی وہ اعلان کرتے: لوگو، صبح آ کر اپنی تنخواہیں لے لو۔ لوگ صبح کو آتے اور اپنی تنخواہیں پوری

پوری لے جاتے۔ کبھی ان کو کہتے سنا: لوگو، صبح آکر اپنے لباس لے لو۔ وہ آتے اور جوڑے (حلّے) ان میں تقسیم کر دیئے جاتے، خدا کی قسم میرے کانوں نے خلیفہ کا یہ اعلان بھی سنا: مسلمانو، صبح آکر گھی اور شہد لے جاؤ۔ وہ آتے اور گھی نیز شہد ان میں تقسیم کر دیا جاتا۔ کسی دن عثمان غنی اعلان کرتے: مسلمانو، صبح آکر خوشبو لے جاؤ۔ وہ صبح کو آتے اور مشک عنبر اور دوسری خوشبودار چیزیں ان میں تقسیم کر دی جاتیں[1]۔

فاروقی خلافت میں قومی آمدنی کے غیر معمولی اضافہ اور اس کے زیر اثر عربوں کی قوت خرید کے بڑھنے سے اشیاء کی قیمتوں میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا۔ عثمانی دور میں دولت کے مزید اضافہ سے چیزوں کے بھاؤ حیرت ناک حد تک بڑھ گئے تھے جیسا کہ حسن بصری کی اس تصریح سے ظاہر ہوتا ہے: عثمانی عہد میں دولت برابر بڑھتی رہی حتی کہ ایک کنیز کی قیمت اس کے ہم وزن چاندی کے برابر ہو گئی، (عربی) گھوڑا پانچ ہزار روپے (دس ہزار درہم[2]) میں بکنے لگا اور ایک اونٹ اور ایک درخت کھجور کی قیمت پانچ سو روپے (ہزار درہم) ہو گئی[3]۔ رپورٹر بتاتے ہیں کہ ایک بڑا لیمو یا کھٹا (اُترنجہ) ڈیڑھ روپے[4] میں آتا تھا۔ زمین، مکان اور اراضی کی قیمتوں میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو گیا تھا۔ ابوبکر صدیق کے داماد قریشی رئیس زبیر بن عوام نے وادی غابہ میں جو مدینہ سے سات آٹھ میل مغرب میں واقع تھی پچاسی ہزار روپے (ایک لاکھ ستر ہزار درہم) میں ایک زمین خریدی تھی۔ ان کے قتل کے بعد ۳۶ھ میں یہ زمین بیچی گئی تو اس کی قیمت آٹھ لاکھ روپے[5] (سولہ لاکھ درہم) اٹھی یعنی قیمت خرید کی

---

[1] اماره ص۲۷ [2] متن میں ہے: وبیع الفرس بعشرۃ آلاف دینار وبیع البعیر بألف والنخلۃ الواحدۃ بألف، ہم نے دینار کو درہم کی تصحیف قرار دیا ہے۔ تہذیب ابن عساکر ۳۹۸/۲ میں ہے: وبلغت النخلۃ فی عہد عثمان ألف درھم، اس تصریح سے بھی ہماری رائے کی تائید ہوتی ہے۔

[3] اماره ص۲۷ [4] سنن بیہقی ۲۶۰/۸

[5] ابن سعد ۱۰۹/۳، یاقوت ۷۷/۳، سنن کبریٰ ۲۸۶/۶ و فتح الباری ۳۹/۷

نسبت تقریباً گیارہ گنا زیادہ گراں! شہر اور شہر سے قریب کی جائدادیں اور زیادہ مہنگی تھیں۔

عثمان غنی نے بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے زیر اثر رسول اللہ اور شیخین کے مالی طریق کار میں جو تصرف کیا اس کی تفصیل ہماری معلومات کی حد تک حسب ذیل ہے:

(۱) رسول اللہ نے ایک طرف جہادی سرگرمیوں کی کامیابی میں گھوڑے کی مرکزی اہمیت اور دوسری طرف اس کی گرانی و خوراک کی مشکلات کو ملحوظ رکھتے ہوئے گھوڑے پر زکات نہیں لگائی تھی۔ اس چھوٹ کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں گھوڑا پالنے کا حوصلہ بڑھے اور وہ اونٹ کی جگہ جس کی میدان جنگ میں افادیت بہت محدود تھی گھوڑے پر بیٹھکر جہاد کیا کریں جس کی چستی، پھرتی اور تیز رفتاری اپنے سوار میں دفاع اور حملے کی غیر معمولی صلاحیت پیدا کر دیتی تھی۔ شیخین کے عہد میں بھی گھوڑے پر زکات معاف تھی خواہ وہ جہاد کے لئے رکھا جاتا یا سواری کے لئے۔ فقیہ حجاز ابن شہاب زہری (متوفی ۱۲۳ھ) کی رائے ہے کہ عثمان غنی نے رسول اللہ اور شیخین کے عمل سے انحراف کر کے گھوڑے پر زکات لگادی تھی۔ قانون کی قدیم ترین کتابوں مثلاً شافعی کی اُم، مالک کی مؤطا، یحیی بن آدم قرشی اور ابو یوسف کی کتاب الخراج اور ابن سلام کی کتاب الاموال نے اس خبر کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کے باوجود خبر کے صحیح ہونے کے قرینے موجود ہیں۔ ایک قرینہ یہ ہے کہ جزیرۃ العرب اور دور و نزدیک کے کئی عظیم اور وسائل سے بھرپور ملکوں کی سیاسی و اقتصادی تسخیر کے بعد گھوڑے کی اتنی اہمیت باقی نہیں رہی تھی جتنی ہجرت کے ابتدائی سالوں میں تھی جب رسول اللہ اور ان کے مہاجر ساتھی دشمنوں اور مالی پریشانیوں میں گھرے ہوئے تھے؛ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ عرب فوجیوں کو حکومت کی طرف سے گھوڑے ملنے لگے تھے اور شخصی طور پر گھوڑے رکھنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ تیسرا قرینہ یہ ہے کہ بڑھتی ہوئی مادی خوشحالی کے زیر اثر بہت سے مسلمانوں نے اونٹ اور گدھے یا خچر کی سواری ترک کر کے عربی اور ترکی گھوڑوں کی سواری اختیار کر لی تھی اور اسے اپنے تمول اور شان کے اظہار کی علامت بنا لیا تھا۔

(۲) مدنی قرآن نے صرف یہود و نصاری کو اہل کتاب میں داخل کیا ہے اور انہی سے جزیہ

لینے کا حکم دیا ہے لیکن رسول اللہ نے اس حکم میں ترمیم کر کے بحرین، قطر اور عمان کے تاجر پیشہ فارسیوں سے بھی جزیہ وصول کیا تھا۔ عمر فاروق نے ۱۸-۱۹ھ میں میسوپوٹامیہ پر اسلامی تسلط قائم کیا تو سبعہ سیارہ کی تعظیم کرنے والی مقامی صابیہ آبادی کو اہل کتاب کے زمرہ میں داخل کر کے اس پر جزیہ لگا دیا۔ ۲۷ھ میں عثمان غنی کے حکم سے تونس، الجیریا اور مراکش پر چڑھائی کی گئی اور جب وہاں کے بربر قبائل نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو عثمان غنی انھیں اہل کتاب کا درجہ دینے کے لئے تیار ہو گئے اور ان پر جزیہ لازم کر دیا۔ بربری قبائل کے کچھ عناصر بزنطی عہد میں عیسائی ہو گئے تھے لیکن ان کا سواد اعظم اپنے سابقہ مذہب پر قائم تھا جو ستاروں اور مظاہر قدرت کی پرستش کرتا تھا۔

(۳) رسول اللہ کے چار پردادا تھے۔ مطلب، ہاشم، عبدشمس اور نوفل۔ ان میں سے پہلے دو کی اولاد نے رسول اللہ اور ان کی تحریک توحید کی علمی اور اخلاقی تائید کی تھی اور آخری دو کی اولاد نے علمی یا اخلاقی مخالفت۔ اس بنا پر مطلب اور ہاشم کی اولاد کو رسول اللہ کی خوشنودی اور ہمدردی حاصل تھی اور عبدشمس نیز نوفل کی اولاد سے وہ ناراض اور کبیدہ خاطر تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ سے یہودیوں کے اخراج اور یہودی بستیوں۔ خیبر، وادی القری اور فدک کے کلی سقوط کے بعد اور دوسری طرف مال غنیمت کے بڑھتے ہوئے سہام کی راہ سے رسول اللہ کے لئے دولت کے جو سوتے کھل گئے تھے ان سے انھوں نے اپنے ہاشمی اور مطلبی اقارب کو دل کھول کر نوازا تھا جس سے ان پر اقتصادی خوشحالی کے دروازے کھل گئے تھے۔ مدنی قرآن نے خمس کی مد سے بھی ذوی القربیٰ کے لئے حصہ مقرر کیا ہے؛ رسول اللہ یہ حصہ پابندی سے اپنے ہاشمی اور مطلبی رشتہ داروں کو دیا کرتے تھے اور اپنے دوسرے دو پردادا عبدشمس اور نوفل کی مسلمان اولاد کو کچھ نہیں دیتے تھے۔ اس کی شکایت عبدشمس اور نوفل کے دو ممتاز نمایندوں۔ عثمان غنی اور مطعم بن جبیر نے رسول اللہ سے کی تو انھوں نے ان دونوں گھرانوں کے مخالفانہ رویہ اور معاندانہ طرز عمل کو ان کی محرومی کا ذمہ دار

قرار دے کر شکایت رد کر دی تھی[1]۔ ہجرت سے پہلے خاندان عبد شمس اور نوفل کی تجارت جزیرہ نمائے عرب، شام اور عراق میں فروغ پر تھی اور ان کے متعدد گھرانے خوب مالدار تھے لیکن ایک طرف رسول اللہ سے بدر، احد اور خندق کی جنگوں کی تیاری کے عظیم مصارف اور دوسری طرف ان کے ایک گراں قدر تجارتی قافلہ کے مسلمانانِ مدینہ کے ہاتھوں لٹنے نیز عراق وشام کی تجارتی شاہراہوں کے مسلمان ترکتاز کے باعث مسدود ہو جانے سے ان کی خوش حالی اور تجارت پر کاری ضرب لگی تھی۔ ان کے جن افراد نے ۷ھ اور ۸ھ میں یعنی فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا رسول اللہ نے ان کو بھی زر وسیم، جائداد، غلہ یا کھجور کے عطیے نہیں دئے۔ ان ناموافق حالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبد شمس اور نوفل کے خاندان دولت وثروت میں ہاشمیوں سے پیچھے رہ گئے لیکن صدیقی اور فاروقی دور میں حالات نے کچھ ایسا روپ بدلا کہ ان کی اقتصادی ترقی کے لئے سازگار ماحول پیدا ہو گیا اور ان کے متعدد گھرانے خلافت کے زیر سایہ سرکاری عہدوں کے سہارے اپنی مالی پسماندگی دور کرنے پر قادر ہو گئے۔ عثمان غنی کا تعلق عبد شمس کی ایک بڑی شاخ بنو امیہ سے تھا۔ بنو امیہ کے کچھ خاندان فاروقی دور میں خوشحال ہو گئے تھے لیکن کچھ کو ابھرنے اور معاشی ترقی کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ ان میں۔۔ ایک خاندان عثمان غنی کے چچا حَکَم کا بھی تھا۔ رسول اللہ نے حَکَم اور ان کے دس لڑکوں کو مدینہ سے طائف جلاوطن کر دیا تھا وہاں نامساعد حالات کے باعث یہ لوگ اپنی معاشی زندگی کی سطح بلند نہ کر سکے تھے۔ عثمان غنی نے خلیفہ ہو کر حَکَم اور ان کے بال بچوں کو مدینہ آنے کی اجازت دے دی اور انھیں نیز ان کے دس لڑکوں کو معاش کی طرف سے بے فکر اور آسودہ بنانے میں دل کھول کر ان کی مدد کی۔ عثمان غنی بہت مالدار آدمی تھے۔ وہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے برخلاف خزانہ سے حق الخدمت کے طور پر کچھ نہیں لیتے تھے لیکن کبھی کبھی سرکاری روپیہ اور خالصہ اراضی سے مستعد افسروں اور ضرورت مندوں کو جن میں ان کے رشتہ دار بھی شامل تھے اور

---

[1] سنن کبریٰ ۶/۳۴۲

خاص طور پر حکم اور انکے لڑکے، مالی عطیے اور جاگیریں دے دیا کرتے تھے۔ شیخین نے بھی غیر رشتہ دار ضرور تمندوں یا کارگذار اور وفادار افسروں کو سرکاری روپیہ اور زمینیں عطا کی تھیں لیکن جہاں تک ہمیں معلوم ہے اپنے قریبی عزیزوں کو اس طرح نہیں نوازا تھا۔ عثمان غنی پر اعتراضات کی آندھی چل پڑی، امیدواران خلافت اور ان کی پارٹیوں نے خاص طور پر عثمانی عطیات کو لعن طعن کا ایک اہم موضوع بنالیا۔ اور خلیفہ نیز اُن کے عُمال کے خلاف بے محابا پروپگنڈا شروع کر دیا۔ عثمان غنی کی دلیل تھی کہ چونکہ رسول اللہ سرکاری آمدنی اور خالصہ املاک سے اپنے ہاشمی رشتہ داروں اور دوسرے مستحق لوگوں کی اعانت کرتے تھے اس لئے ان کے جانشین کو بھی اپنے رشتہ داروں (ذوی القربی) اور دوسرے مستحقِ اکرام لوگوں کی سرکاری دولت سے مدد کرنے کا حق ہے۔ ان کی دوسری دلیل تھی کہ حکومت کے سارے اخراجات نکال کر جو روپیہ بچ رہتا ہے اسے خلیفہ حسب صوابدید ٹھکانے لگا سکتا ہے۔ ان کی تیسری دلیل یہ تھی کہ خلافت کی عظیم ذمہ داریاں وہ بلا معاوضہ انجام دے رہے ہیں اس لئے اگر خزانہ کے روپے سے اپنے کسی رشتہ دار کی مدد کر دیں تو اس پر نکتہ چینی نہیں ہونی چاہیے۔ بیہقی[۱]: عثمانی خلافت میں مروان بن حکم کو فدک کے نخلستان جاگیر میں دئے گئے۔ معلوم ہوتا ہے عثمان بن عفان نے رسول اللہ کے اس قول کو سند بنا کر یہ جاگیر دی تھی: جب خدا کسی نبی کے لئے کوئی زمین یا جائیداد خالصہ کر دیتا ہے تو وہ اس کے جانشین کے لئے بھی خالصہ ہو جاتی ہے اور چونکہ عثمان (غنی) اپنے تمول کے باعث رسول اللہ کی خالصہ اراضی کی آمدنی اپنے خرچ میں نہیں لاتے تھے اس لئے انھوں نے اِسے اپنے اقربا کو دے دیا اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کی (جس کا خدا نے حکم دیا ہے)۔ إنما أقطع مروان فدكاً في أيام عثمان بن عفان وكأنه تأول في ذلك ما روي عن النبي: اذا أطعم الله نبياً طعمة فهو للذي يقوم من بعده وكان مستغنياً عنها بماله فجعلها لأقربائه ووصل بها رحمهم۔ مسور بن عُلبہ[۲]: عثمان (غنی) نے کہا: ابوبکر اور عمر

---

[۱] سنن کبریٰ ۱/۳۰۱

[۲] انساب الاشراف ۵/۲۵ وشرح نہج البلاغہ ۱/۲۳۴

کی رائے تھی کہ سرکاری آمدنی سے بس وہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت پوری کرسکتے ہیں لیکن میری رائے ہے کہ اس سے رشتہ داروں کی ضرورت بھی رفع کی جاسکتی ہے۔ قال عثمان: إن أبابكر وعمر كانا يتأولان فى هذا المال ظلف أنفسهما وذوى أرحامهما وإنى تأولت فيه صلة رحمى۔ عثمان غنیؓ:..... رسول اللہ سرکاری روپیہ اپنے رشتہ داروں کو دیا کرتے تھے، میرے کنبہ میں بھی نادار اور خستہ حال لوگ ہیں۔ میں تھوڑا سا سرکاری روپیہ ان پر خرچ کردیتا ہوں، کیوں کہ میں بلامعاوضہ خلافت کے فرائض انجام دے رہا ہوں۔ میری رائے ہے کہ مجھے ایسا کرنے کا حق ہے۔ إن رسول الله كان يعطى قرابته وأنا فى رهط أهل عيلة وقلة معاش فبسطت يدى فى شيء من ذلك المال لمكان ما أقوم به فيه ورأيت ان ذلك لى۔ (باقی)

لہ طبری ۵/۱۰۱

ہندوستان شاہانِ مغلیہ کے عہد میں

سلاطین مغلیہ کا نظام حکومت، تعلیمی حالت، عدل وانصاف، ہندو مسلم تعلقات اور ہندوستان کی خوش حالی، صنعتی وتجارتی ترقی، یورپین اقوام کی آمد ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط ودولتِ مغلیہ کا زوال اور اس کے حقیقی اسباب پر مفصل طور سے بحث کی گئی ہے یوں تو یہ ایک مستقل کتاب ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کو علمائے ہند کا شاندار ماضی" کا مقدمہ خیال کرنا چاہیئے، مصنف، حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب

تقطیع خورد $\frac{30 \times 20}{16}$ صفحات ۲۷۲ قیمت مجلد چار روپے